شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کی حیات کے چند تابناک پہلو

خطاب بمقام: جامعۃ العلم والہدیٰ، بلیک برن، انگلینڈ

افادات

جانشین شیخ الاسلام حضرت مولانا سید ارشد صاحب مدنی دامت برکاتہم

جمع و ترتیب

یوسف شبیر احمد

ناشر

مدینہ اکیڈمی

ڈیوزبری، انگلینڈ

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ کی

حیات کے چند تابناک پہلو

(خطاب بمقام: جامعۃ العلم والہدیٰ، بلیک برن، انگلینڈ)

افادات

جانشین شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا سید ارشد صاحب مدنی دامت برکاتہم

جمع وترتیب

یوسف شبیر احمد

ناشر

مدینہ اکیڈمی

ڈیوزبری، انگلینڈ

تفصیلات

کتاب کا نام: شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی ؒ کی حیات کے چند تابناک پہلو

افادات: جانشین شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا سید ارشد صاحب مدنی دامت برکاتہم

جمع وترتیب: مولانا یوسف شبیر احمد صاحب

تنقیح وتہذیب: مفتی امتیاز حافظی صاحب

صفحات: 28

سن اشاعت: جمادی الاولیٰ ۱۴۴۶ھ - نومبر ۲۰۲۴ء

ناشر: مدینہ اکیڈمی، ڈیوزبری، انگلینڈ

* * * * * * * * * * * *

ملنے کا پتہ

مدینہ اکیڈمی، ڈیوزبری، انگلینڈ

Madina Academy

Swindon Road, Dewsbury

West Yorkshire, WF13 2PA, England

Tel: 00 44 7973765203

Email: publications@madinaacademy.org.uk

Website: www.madinaacademy.org.uk

فہرستِ مضامین

شمار	عناوین	صفحہ
✡	پیش لفظ	۵
۱	اکابر کی شانِ امتیازی؛ اتباعِ سنت اور نظریات میں پختگی	۹
۲	غلامی کی زندگی سے موت بہتر ہے	۱۰
۳	جمعیت کے پہلے صدر؛ مفتی کفایت اللہ صاحبؒ	۱۱
۴	......وہ اسلام کے دامن کو داغ دار کر رہے ہیں	۱۲
۵	آزادی کی قربانیاں دنیوی منافع کے لیے نہیں!	۱۳
۶	میں حنفی بننا چاہتا ہوں؛ ایک واقعہ	۱۴
۷	سیاست سے بے نیازی اور علم کی سحر آفرینی	۱۵
۸	تصوف کے بادشاہ	۱۵
۹	کیا ہم ابواب الزہد پڑھانے کے اہل ہیں؟	۱۶
۱۰	حضرت مدنیؒ کا زہد	۱۷
۱۱	لُٹے پٹے زمانے میں مدارس کا قیام	۱۸
۱۲	علمائے امت کی ذمہ داری	۱۹

۱۳	مدارس کا عالمگیر انقلاب	۲۰
۱۴	حضرت مدنیؒ کا تعلق مع اللہ	۲۲
۱۵	ہمارا اُسوہ	۲۲
۱۶	خدمتِ اسلام کا حقیقی مطلب	۲۳
	قدسی صفت حسین احمد	۲۵

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده ونصلي على رسوله الكريم، أما بعد:

جانشین شیخ الاسلام حضرت مولانا سید ارشد صاحب مدنی زید مجدہم دیوبند کے معروف خانوادہ مدنی کے ایک جلیل القدر عالم دین ہیں جو کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ اللہ تبارک وتعالی نے آپ کو قوم وملت کی قیادت وسیادت اور تعلیم وتعلم کے میدان میں ایک بلند پایہ مقام عطا فرمایا ہے۔

آپ موقع بموقع علمی تبلیغی اور ملی نسبت سے برطانیہ کا دورہ فرما کر اپنے فیوض وبرکات سے عوام وخواص کو فائدہ پہنچاتے رہتے ہیں۔ سال رواں (۲۰۲۴ء) مارچ میں استاذ محترم مولانا عبد الرحیم لمباڈا صاحب کی دعوت پر ان کے ادارہ "رحیمی اکیڈمی بولٹن" میں اختتام بخاری شریف کے لیے حضرت مولانا کی تشریف آوری طے ہوئی، حضرت مولانا نے بندہ کو اپنے متوقع سفر برطانیہ کی اطلاع دی تو بندہ نے موقع غنیمت سمجھتے ہوئے حضرت مولانا کو اپنے غریب خانہ پر قیام وطعام نیز جامعۃ العلم والہدیٰ بلیک برن میں اساتذہ وطلبہ کے لیے ایک علمی مجلس کے انعقاد کی درخواست کی جسے حضرت نے بشاشت سے قبول فرمایا۔

چنانچہ آپ نے ۴/ مارچ بروز پیر والد محترم حضرت مفتی شبیر احمد صاحب کے گھر پر عشائیہ تناول فرما کر بندہ کے گھر پر قیام فرمایا، جس کی کچھ تفصیل بندہ نے اپنے ایک

انگریزی مضمون میں درج کی ہے۔[1]

دراصل حضرت والا اوران کے خاندان سے ہمارے والدصاحب اور ہمارے نانا مرحوم حاجی آدم پٹیل کا ایک قدیم تعلق وربط رہا ہے، نیز گذشتہ چند سالوں میں حضرت کے یہاں آمدورفت نیز آپ کے ساتھ سفر کا شرف بھی بندہ کو حاصل ہوا ہے، حضرت مولانا بندہ پر انتہائی درجہ شفقت فرماتے ہیں۔

بہر حال! رات کے قیام کے بعد دوسرے دن ۵ / مارچ ۲۰۲۴ء منگل کی صبح حضرت سے بندہ نے درخواست کی کہ جامعۃ العلم والہدی بلیک برن میں اساتذہ وطلبہ کے سامنے اپنے والد ماجد شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے احوال بیان فرمائیں۔ چنانچہ حضرت نے اس موضوع پر بہت ہی مفصل خطاب فرمایا جسے اب مولانا خلیل احمد قاضی صاحب (بانی ومہتمم مدینہ اکیڈمی، ڈیوزبری، انگلینڈ) کی عنایت وتوجہ سے کتابی شکل میں شائع کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالی انہیں جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ ایک جامع شخصیت کے حامل تھے، جہاں ایک طرف آپ درس وتدریس اور علوم اسلامیہ کے شہہ سوار تھے، وہیں دوسری طرف آپ سیاست کے میدان میں ایک متحرک قائد اور مجاہد آزادی تھے۔ آپ ایک طرف زہد وتقوی کے علمبردار تھے تو وہیں دوسری طرف ہمت وشجاعت کے بلند پہاڑ تھے۔

حضرت مولانا سید ارشد صاحب مدنی نے اپنے اِس خطاب میں حضرت شیخ الاسلامؒ

---

(۱) دیکھیے: (https://islamicportal.co.uk/sayyid-mawlana-arshad-madanis-uk-visit-march-2024)

کی اسی مختلف الجہات شخصیت کو اپنے مشاہداتی واقعات و احوال کی روشنی میں کامیاب اور مؤثر انداز میں اجاگر فرمایا ہے جس میں ہم سب کے لیے علم وعمل، اتباع سنت، تقوی وطہارت، شجاعت و بہادری، دنیوی منافع سے دوری، زہد و ورع، تعلق مع اللہ اور خدمت دین کا سبق ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالی حضرت مولانا سید ارشد صاحب مدنی کو صحت و عافیت سے نوازے، آپ کی دینی، اصلاحی، علمی اور ملی؛ تمام خدمات کو قبول فرمائے، حضرت کے سایہ عاطفت کو ہم سب پر تادیر قائم رکھے اور ہم سب کو حسن خاتمہ کی دولت سے مالا مال فرمائے، آمین۔

یوسف شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۲۶ / ربیع الآخر ۱۴۴۶ھ

۳۰ / اکتوبر ۲۰۲۴ء

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ کی

حیات کے چند تابناک پہلو

خطاب

بمقام: جامعۃ العلم والہدیٰ، بلیک برن، انگلینڈ

مؤرخہ: ۲۴/شعبان ۱۴۴۵ھ - ۵/مارچ ۲۰۲۴ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ و نستعینه و نستغفرہ و نؤمن به و نتوکل علیه، و نعوذ بالله من شرور أنفسنا و من سیآت أعمالنا، من یهده الله فلا مضل له، و من یضلله فلا هادي له، و نشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شریک له، و نشهد أن سیدنا و مولانا محمداً عبده و رسوله، أما بعد!

حضراتِ علمائے کرام اور طلبۂ عزیز!

میں یہ سوچ رہا تھا کہ ایک طالبِ علم کی حیثیت سے آپ کے ساتھ بیٹھوں گا؛ مگر میرے کرم فرما مولانا عبدالرحیم صاحب اور آپ کے استاذِ محترم مولانا یوسف صاحب نے مجھ سے کہا کہ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ کے کچھ واقعات آپ کو سناؤں۔ میری عمر ہجری اعتبار سے ۸۵ / سال کی ہے۔ میں نے حضرتؒ کی زندگی کو ۱۵/۱۶ سال دیکھا ہے، اب وہ لوگ جنھوں نے حضرت مدنیؒ کو دیکھا، پڑھا، تربیت پائی یا ان کے ساتھ رہے ہیں بہت کم ہو گئے ہیں، شاید و باید کوئی ہوگا۔ پورے دارالعلوم دیوبند میں صرف دو شاگرد ہیں، جنھوں نے حضرت مدنیؒ کو دیکھا ہے۔

اکابر کی شانِ امتیازی؛ اتباعِ سنت اور نظریات میں پختگی

ہمارے اکابر کی شان عجیب و غریب ہے، صرف ان کے پاس قرآن و حدیث، صرف و نحو اور معقولات وغیرہ کا علم ہی نہیں تھا؛ بلکہ ان کی زندگی کا امتیاز ''اتباعِ سنت'' تھا۔ علم تو بہت لوگوں کے پاس پایا جاتا ہے، دنیا کی بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں لوگ کیسے کیسے

علم کے اندر امتیاز و اختصاص اور ڈاکٹریٹ (Doctorate) کی ڈگری حاصل کرتے ہیں۔ ہمارے اِن اکابر کے پاس اتباعِ سنت اور نظریاتی اعتبار سے بڑی پختگی تھی، دنیا اِدھر سے اُدھر ہو جائے؛ لیکن اُن کا نظریہ کوئی ان سے لے نہیں سکتا تھا، کافی چھوٹی چھوٹی تنخواہوں پر کام کرتے تھے، بڑی بڑی یونیورسٹیوں سے ان کے مطالبے ہوئے؛ مگر جس طرح تھوک دیتے ہیں ویسے تھوک دیا، کوئی ان کو خرید نہیں سکا، پوری حکومت انگریز کی تھی جو پیسوں پر لوگوں کو خریدتی تھی، ہمارے اکابر فقیر تھے، پوری گورنمنٹ کا یہ دعویٰ تھا کہ اس کی حکومت کا سورج غروب نہیں ہوتا، ہمارے اکابر- جن کو خریدا نہیں جاسکا- نے ۹/۱۰ سال انگریز کی جیلوں میں گزار دیے، یعنی اپنی زندگی کا ہر آٹھواں دن جیل کے اندر؛ لیکن انھیں اپنے نظریے- ملک کو آزاد کرو!- سے گورنمنٹ کسی وقت بھی ایک قدم پیچھے نہیں کر سکتی تھی۔

میں یہ بات اس لیے کہہ رہا ہوں کہ ہمارے اکابر نے علم کے ساتھ عمل بھی کیا، ان سب کے ساتھ اسلام کی ترقی کے لیے میدانِ کارزار، میدانِ جنگ میں اترنا؛ یہ ہمارے اکابر کی خصوصیت ہے، جو سلسلہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ؒ سے شروع ہوا، ان کے بعد شاہ عبدالعزیز صاحب ؒ، یہاں تک کہ ہمارے اکابر آ گئے، اگر ایک شخص ایک جگہ مسندِ حدیث پر بیٹھ کر حدیث پڑھا رہا ہے، تو اُسی وقت وہ ملک کی آزادی کے لیے کام بھی کر رہا ہے، اُسی وقت اگر ضرورت پڑتی ہے تو وہ بڑی سے بڑی طاقت- جس نے ملک میں غلام بنا رکھا ہے- کے مقابلے کے لیے کھڑا بھی ہو رہا ہے۔

غلامی کی زندگی سے موت بہتر ہے

ایک مرتبہ حضرت مدنی ؒ کراچی کی جیل میں تھے، آپ سے پوچھا گیا کہ آپ

نے انگریزوں کے خلاف فتویٰ دیا؟ فرمایا: ہاں! دیا ہے، میرا یہ عقیدہ ہے کہ غلامی کی زندگی سے موت بہتر ہے، کہا: جانتے ہو اس کا نتیجہ کیا ہے؟ آپ نے اپنی سوٹ کیس (Suitcase) کھولی اور اپنا کفن دِکھا کر یہ کہا کہ میں انگریز کا کفن بھی نہیں لے سکتا، اپنا کفن لیے پھرتا ہوں۔ مولانا محمد علی صاحب جوہرؒ حضرت مدنیؒ کے قدموں میں گر گئے۔

ہمارے اکابر کی یہ شان تھی کہ کسی وقت کسی مرحلے میں ایک رائی کے دانے کے برابر کسی بڑی طاقت یا اس کے مال و دولت کے سامنے جھک جائیں یا اپنے نظریہ سے پیچھے ہٹ جائیں؛ یہ ممکن نہیں۔ یہ اُن کو اپنے بڑوں سے، اُن کے بڑوں کو اُن کے بڑوں سے، اُن کے بڑوں کو اُن کے بڑوں سے ملا تھا۔ یہ بات نہیں تھی کہ مسجد یا مدرسے کی چہار دیواری کے اندر اُن کی زندگی محدود ہو جائے۔

جمعیت کے پہلے صدر؛ مفتی کفایت اللہ صاحبؒ

حضرت شیخ الہندؒ جب مالٹا کی جیل میں تھے تبھی جمعیۃ علماء کی بنیاد اُن کے شاگردِ رشید مفتی اعظم حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے ڈالی ہے، امرتسر میں ایک جگہ جو اَب ہندوستان پاکستان کی سرحد ہے، وہ مسجد (جامع مسجد خیر الدین) آج بھی ہے، اسی مسجد میں سب لوگ جمع ہوئے اور یہ ارادہ ظاہر کیا کہ سب سے پہلا صدر مفتی صاحب کو بنائیں گے، حضرت شیخ الہندؒ اُس وقت مالٹا کی جیل میں تھے، اطلاعات آ رہی تھیں کہ اب رہا ہونے والے ہیں، اب سوال پیدا ہوا کہ استاذِ محترم چھوٹ کر آئیں گے تو ان کو کام کرنے کے لیے ایک میدان ہونا چاہیے، جمعیۃ علماء کو ان کے شاگرد نے بنایا اور اس کا پہلا صدر مفتی کفایت اللہ کو بنایا؛ مگر صدر عارضی ہے، مستقل نہیں، حضرت شیخ الہند آجائیں گے تب مستقل

صدر بنائیں گے۔

......وہ اسلام کے دامن کو داغ دار کررہے ہیں

حضرت شیخ الہندؒ تشریف لائے، دہلی میں جمعیت کا اجلاس ہوا، جس میں حضرت شیخ الہندؒ کو مستقل صدر بنایا گیا؛ لیکن حضرت بیمار تھے، بارہ دن کے بعد حضرت کا انتقال ہوگیا؛ لیکن حضرت نے اس اجلاس میں جو خطبہ لکھا تھا، وہ آپ کے دل کی آہ کو بتاتا ہے کہ آزادی کے لیے حضرت کے دل میں کیسی آہ تھی! حضرت نے فرمایا:

''اسلام صرف نماز، روزے کا نام نہیں ہے، اسلام نے اپنے اندر عبادات، معاملات، معتقدات، سیاسیات اور اخلاقیات؛ ان سب چیزوں کا احاطہ کر رکھا ہے، جو لوگ مسجدوں اور مدرسوں کی چہار دیواری میں رہ کر اسلام کی خدمت کو کافی سمجھ رہے ہیں، وہ لوگ اسلام کے پاک وصاف دامن کو داغ دار کررہے ہیں۔''

کون کہہ سکتا ہے! شیخ الہندؒ ہی کہہ سکتا ہے، جس نے ساری زندگی دارالعلوم کی مسندِ حدیث پر بیٹھ کر بخاری اور ترمذی کا درس دیا ہے اور اسی وقت آزادیٔ وطن کے لیے سر سے پیر تک ڈوبا ہوا ہے اور بڑی سے بڑی مصیبت کا شکار ہوگیا ہے، ایسا ہی آدمی کہہ سکتا ہے کہ جس کی زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی کی طرح مجاہدانہ ہے۔

ہم دین کی خدمت کو محدود کررہے ہیں اور یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ ہم اسلام کی خدمت کافی کررہے ہیں! یہ لوگ فرماتے ہیں کہ نہیں! جہاں ضرورت ہے اسلام کی، پہلے فیصلہ کرے کہ اس میں اسلام کا فائدہ ہے یا نہیں۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی کے مطابق ہے یا نہیں؟ اگر اس کا دل ودماغ یہ کہتا ہے تو اپنی زندگی کو اس کے اوپر لگا کر قربان کردے۔

آزادی کی قربانیاں دنیوی منافع کے لیے نہیں!

ایسا نہیں تھا کہ یہ لوگ ملک کی آزادی کے لیے کام اپنے دنیوی مفاد کے لیے کر رہے تھے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ دین غلامی کی زندگی کو قبول نہیں کرتا، ہم مسلمان ہیں، اس کا مطلب یہ کہ ہم اسلام کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے ہیں، ہم غلامی کی زندگی کو قبول نہیں کریں گے، اسی جذبے کو لیے وہ دنیا سے چلے گئے۔

میں آپ کو یہ اس لیے بتا رہا ہوں کہ اب ملک آزاد ہوگیا اور اُس وقت کانگریس پارٹی تھی، کوئی اور پارٹی تو تھی نہیں اور مسلمانوں میں ایک پارٹی ''مسلم لیگ'' تھی، ملک تقسیم ہوگیا اور لوگ بالکل بٹ گئے، جیسے ہی ملک آزاد ہوا تو لوگ اس میں لگ گئے کہ اب اپنی حکومت بنی ہے، ہم اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ کیسے اٹھائیں، کوئی وزارت چاہتا تھا، کوئی پارلیمنٹ کی ممبری تو کوئی اسمبلی کی سیٹ کا خواہاں تھا۔

ان اکابر کی زندگی ایسی تھی کہ جیسے ملک آزاد ہوا، فوراً اپنی مجلسِ عامہ بلا کر یہ اعلان کر دیا کہ آج سے ہمارا مقصد پورا ہوگیا، ملک آزاد ہوگیا، ہمارا سیاست سے کوئی تعلق نہیں، یعنی جمعیۃ علماء خالص مذہبی جماعت ہے، ہمارا دنیا سے کوئی لینا دینا نہیں، ہم نے قربانیاں دی ہیں، دس دس سال جیل میں کاٹ دیے، سات سمندر پار مالٹا کی جیل کو آباد کیا، ہر وقت یہ کھٹکا لگا رہتا تھا کہ آج نہیں تو کل، کل نہیں تو پرسوں، پھانسی پر چڑھا دیے جائیں گے، یہ سب کچھ کیا اور جب وقت آیا کہ ملک سے فائدہ کون لے گا، جا کر تھوک کر پھینک دیا کہ ہمیں کوئی اقتدار نہیں چاہیے، یہ علماء ہی کر سکتے ہیں اور وہی علماء کر سکتے ہیں جو علمائے ربانی ہیں۔

حضرت مدنیؒ کو خدماتِ جلیلہ کے نتیجے میں ملکِ ہندوستان کا عظیم ترین تمغہ

(پدم بھوشن ایوارڈ) دیا گیا، آپ نے ایک خط کے ذریعے صاف منع کر دیا کہ آزادی کی خدمت دنیا حاصل کرنے کے لیے نہیں کی، آپ کا انعام آپ کو مبارک۔ اگر وہ واپس نہ کرتے تو آج کے ان حالات میں جس سے ملک گذر رہا ہے ان کی حیثیت مجروح ہو جاتی، ایک طرف تو یہ حال تھا کہ بالکل آزاد اور کوئی لالچ ان کے دل کے اندر نہیں کہ ہم کو یہ اقتدار ملے، دوسری طرف مسند حدیث پر بیٹھ رہے ہیں تو یہ حال ہے کہ ایک ایک حدیث کے موضوع پر چھ چھ، سات سات اور آٹھ آٹھ دن تک گفتگو ہو رہی ہے۔

میں حنفی بننا چاہتا ہوں؛ ایک واقعہ

کیرالہ میں ایک بزرگ تھے شیخ حسن مرحوم، جو کئی سال درسِ حدیث اور بخاری کا سبق دیتے ہوئے آرہے تھے، حضرتؒ کے متعلق سنا تو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر دارالعلوم دیوبند حدیث پڑھنے آ گئے، وہ شافعی المسلک تھے- کیرالہ کے لوگ تو عامتاً شافعی المسلک ہوتے ہیں- درسِ حدیث میں وہ برابر اپنے علم کے مطابق اعتراضات کرتے تھے، حضرتؒ ان کا جواب بڑی متانت اور سنجیدگی کے ساتھ دیتے رہتے تھے، جب تھک گئے تو کہا کہ حضرت! میں اپنے مسلک کو بدلنا چاہتا ہوں، حنفی بننا چاہتا ہوں، حضرتؒ نے شدت سے منع فرمایا تو حضرتؒ کے منع فرمانے پر حسبِ سابق اپنے مسلک سے مربوط رہے۔

پھر فرمایا کہ عرب میں جب فتنۂ تاتار آیا تو کتابوں کو برباد کر دیا گیا، ایسا برباد کیا گیا کہ دجلہ کا پانی ان کتب (چوں کہ وہ ہاتھ سے لکھی جاتی تھیں) کو پھینکنے کی وجہ سے سیاہ ہو چکا تھا، جو اصل دلائل ہیں ان کے اندر سے ایک بہت بڑا ذخیرہ ضائع ہو گیا؛ اس لیے ہم اس پر بات کرتے ہیں اور اپنے مسلک کے دلائل پیش کرتے ہیں؛ لیکن کسی مسلک کو

غلط نہیں سمجھنا چاہیے؛ اس لیے آپ کو میرا حکم ہے کہ آپ اپنے مسلک پر قائم رہیں، چناں چہ انھوں نے اپنا مسلک تبدیل نہیں کیا اور آپ کے پاس رہ کر ذکر و اذکار کرتے رہے، آپ سے بیعت ہوئے، حضرتؒ نے انہیں خلافت بھی دی، کیرالہ میں یہ تنہا حضرتؒ کے خلیفہ ومجاز تھے، بعد میں انتقال کر گئے۔

سیاست سے بے نیازی اور علم کی سحر آفرینی

ایک طرف سیاست کا یہ موقف جو میں نے آپ کے سامنے پیش کیا اور اسی وقت علمِ حدیث کے اندر اتنی گہرائی اور گیرائی تھی کہ دورانِ درس جس طالبِ علم کو جو بھی سوال ہوتا بلا جھجک پیش کرتا، آج تو یہ چیز ختم ہوگئی، اب تو استاذ بھی کہہ دیتا ہے کہ جو اعتراض کرنا ہے کچھ پوچھنا ہے، پرچہ لکھ کر دو، اُس زمانے میں یہ بات نہیں تھی؛ بلکہ طالبِ علم کے ذہن و دماغ میں جو کچھ خلجان ہوتا، وہ کھڑے ہو کر پیش کرتا کہ میرے دل میں ایک خلش ہے اور استاذ اس کا جواب دیتا، اس کا جواب ان کے علم میں ضرور ہوتا۔ ان کے علم کے اندر یہ وسعت تھی، آج ہمارے یہاں یہ وسعت نہیں، یہ دوسرا وصف تھا۔ سیاست میں بالکل دنیا سے بے نیازی تھی؛ گویا کہ موت کا پروانہ اپنے ہاتھ میں لیے سیاست کر رہے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ صرف ایک علم نہیں؛ بلکہ علوم میں بے پناہ مہارت تھی۔

تصوف کے بادشاہ

نیز علمِ تصوف میں تو یوں سمجھیے کہ بادشاہ تھے، اللہ کا ذکر رگ و پے میں سرایت کیا ہوا تھا، آج کچھ بھی نہیں ہے۔

حضرت مدنیؒ کے ہاں اذکار تھے، بالکل ابتدا میں تسبیحاتِ ستہ بتاتے تھے، پھر

اگر طالبِ ذکر میں شوق دیکھتے تھے اور جوان ہوتا تو متعدد تسبیحات دیتے، اگر دل لگ گیا اور پابندی سے کرتا رہا تو دوسرے خاص خاص اذکار بتاتے تھے، اسم ذات کا ذکر، اللہ اللہ کا ذکر، پچاس ہزار ورد، ایک لاکھ ورد! میں نے حضرت مدنیؒ کے مجازین میں ایسے لوگ دیکھے ہیں جو روزانہ سوا لاکھ مرتبہ اللہ اللہ کا ورد کرتے، انگلیاں زخمی ہو جاتی تھیں، ان پر کپڑا لپیٹ کر انگلیوں پر ذکر کرتے تھے۔ ذکرِ قلبی الگ ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ قلب کی حرکت تو ہے ہی، ایک دوسری حرکت بھی ہے کہ قلب کہہ رہا ہے اللہ! اللہ! اللہ! میں نے خود دیکھا ہے کہ ذکر اللہ کی تلقین کر رہے ہیں، اتنے میں کسی کو بلاتے، اپنا کپڑا اٹھا کر اس کا سر دل سے لگا لیتے اور کہتے سن! دل اللہ اللہ کہہ رہا ہے، آدمی سنتا تھا، دیوانہ ہو جاتا تھا! کمال تھا ان لوگوں کا! اللہ نے کس قدر قبولیت عطا فرمائی تھی۔ جدھر چلے ہیں، کمال ہی کمال ہے۔ آج تو مشائخ بھی یہ اذکار نہیں بتاتے، اس میں کمال حاصل کرنا کہاں ہے!

کیا ہم ابواب الزہد پڑھانے کے اہل ہیں؟

یہ حضرتؒ کی زندگی کے وہ پہلو ہیں جن کو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ حضرتؒ کی رحلت کے بعد ہمیں کوئی ایسا نظر نہیں آتا، کہاں ہیں اب ایسے لوگ؟ جو آدمی تدریس میں لگا ہے، وہ بس پڑھا رہا ہے، جو آدمی پیر بنا ہے، بس وہ پیر بنا ہے، جو سیاست میں ہے، وہ صرف سیاست میں ہی لگا ہے۔ ان حضرات کی زندگی کے جس شعبے کو دیکھو، کمال ہے۔

زہد فی الدنیا کا کیا حال ہے! خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جب "ابواب الزہد" پڑھانے بیٹھتے ہیں تو شرم آتی ہے کہ کیا پڑھائیں! ساری دنیا کے پیچھے کتے کی طرح دوڑ رہے ہیں اور

ابواب الزہد پڑھا رہے ہیں! ہم کیا پڑھائیں! یہ حضرات زہد کی دنیا کے بادشاہ تھے! دنیا کی طرف رائی کے دانے کے برابر بھی رغبت اور میلان نہیں تھا۔

حضرت مدنیؒ کا زہد

میری والدہ کبھی والد صاحب (حضرت مدنیؒ) سے کہتی کہ پیسوں کی ضرورت ہے تو آپ ہنس کر ٹال دیتے تھے، جب اصرار ہوتا تو فرماتے کہ میں اگر مر جاؤں تو مجھے کفن بھی میرے احباب دیں گے، دنیا سے میرے پاس اِتنا حصہ بھی نہیں ہے، یہ کہتے ہوئے آپ کا چہرہ گلاب کے پھول کی طرح کھِلا ہوا ہوتا تھا۔ دنیا کے بڑے بڑے دولت مند قدموں میں پڑے ہیں؛ لیکن زہد کا حال یہ ہے کہ دنیا سے بھاگے جارہے ہیں! کچھ ہے ہی نہیں، آج کون آدمی ہے، کون پیر ہے جس کے پاس پیسہ نہیں! ان کے ہاں تو دولت کی ریل پیل ہے۔

ابا جان (حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ) کا انتقال ہوا تو ہم چھوٹے تھے، اُس وقت بھائی صاحب (حضرت مولانا سید اسعد صاحب مدنیؒ) صرف باشعور تھے، بھائی جان نے ہی معاملہ سنبھالا، ان کا ہمارے ساتھ ایسا ہی مشفقانہ سلوک تھا جیسا ہمارے والد کا ہمارے ساتھ تھا، اللہ ان کے درجات بلند فرمائے۔ ابا جان نے ترکے میں کیا چھوڑا؟ جب میری چھوٹی بہن کی شادی ہوئی تو بہن نے ہندوستان کے ۹۳/ روپے لا کر دیے کہ اباجی کی وراثت میں یہ پیسے میرے حصے میں آئے تھے۔ سوچیے! شیخ العرب والعجم! جس کے قدموں پر سر رکھنے والے بڑے بڑے دولت مند تھے، اس کے زہد کا یہ حال ہے، یہ حضرات تھے جو ابواب الزہد پڑھاتے تھے تو اس میں معنویت تھی، ہم کہاں ہیں یہ پڑھانے

کے لائق! ہم تو دنیا کے پیچھے صبح سے شام تک پڑے ہوئے ہیں، اللہ نے ان کو ہر میدان میں شہ سوار بنایا تھا، یہ اُس تربیت کا اثر تھا جو انھوں نے اپنے محسن و مربی حضرت شیخ الہندؒ، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ سے پائی تھی، یہ سب حضرات اپنے وقت میں علم کے پہاڑ تھے ان کے جوتے سیدھے کیے تھے، ان کی صحبت میں رہے تھے، جس کی برکت سے اللہ نے ان کے سینوں کو کھول دیا تھا، میں جانتا ہوں کہ کوئی مہینہ ایسا نہیں ہوتا کہ جس میں حضرت مدنیؒ مقروض نہ ہوں؛ کیوں کہ مہمانوں کی آمد و رفت کثرت سے تھی، ان کی ضیافت فرماتے اور آپ کا دسترخوان بالکل سادہ تھا، میں نے کبھی ان کے دسترخوان پر مرغا نہیں دیکھا، بس وہی دال اور سالن روٹی ہوا کرتی تھی، وہی خود کھاتے تھے اور مہمانوں کو بھی کھلاتے تھے۔ آج تو ہم لوگ دعوتیں کرتے ہیں تو طرح طرح کے کھانے ہوتے ہیں، ابھی ناشتہ مولانا یوسف صاحب کے یہاں تھا، اللہ اکبر! دسیوں بیسیوں طرح کی چیزیں تھیں، اگر ہر چیز میں سے ایک ایک لقمہ لیتے تو بھی وہ ہماری طاقت سے باہر تھا۔

میں نے بڑے بڑے زمین داروں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت کے دسترخوان پر جو لذت محسوس کرتے ہیں، گھروں میں کبھی وہ لذت محسوس نہیں ہوئی۔ یہ حضرتؒ کے اخلاص وللہیت کی بات تھی۔ حضرتؒ کی زندگی بڑی عجیب وغریب زندگی تھی، کام کر کے چلے گئے۔

لٹے پٹے زمانے میں مدارس کا قیام

جب ملک تقسیم ہوگیا اور مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور ملک سے بھاگ کر

پاکستان جانے لگے تو اِن حضرات نے طے کیا کہ اب اِس لٹے پٹے زمانے میں ہندوستان میں مسلمانوں کو ان کے مذہب پر باقی رکھنے کے لیے مدارس و مکاتب قائم کرنے چاہیے، اب اِس کے سر پر ہاتھ رکھنے والا کون؟ علما ءختم ہو گئے یا پاکستان چلے گئے، آپ نے جمعیت کی میٹنگ بلائی، میں نے مولانا ابوالکلام آزادؒ کو سب سے پہلے جمعیت کی ورکنگ کمیٹی میں دیکھا کہ مولانا کہہ رہے ہیں: ''اگر آپ نے دین کی حفاظت کے لیے مکاتب کا نظام قائم کر دیا تو آپ نے بہت بڑا کام کر دیا''۔ بحث ہی اسی پر ہو رہی تھی۔ مولانا آزادؒ سیاسی آدمی تھے؛ لیکن اس کی فکر ان کو دلائی تھی کہ مسلمان لٹ گیا، ختم ہو رہا ہے، اس کے دین کی حفاظت کی فکر نہیں کی گئی تو یہ برباد ہو جائے گا، مرتد ہو جائے گا اور مرتد ہوئے بھی۔ ہریانہ میں جاٹوں کے گاؤں کے گاؤں اور سب خاندان مرتد ہو گئے، اس کے سوا کہ وہ اپنے مردوں کو دفن کرتے ہیں اور کچھ نہیں، حضرت مدنیؒ اس باب میں بڑے فکرمند رہے۔ ۱۹۴۷ء میں ملک آزاد ہوا اور ۱۹۵۷ء میں حضرتؒ انتقال فرما گئے، اِن دس سالوں میں شب و روز مدارس کو قائم کرنے اور مکاتب کا نظام بنانے میں گزرتے تھے۔

بے شمار مدارس ایسے ہیں جنھوں نے اپنا نام حضرتؒ کی طرف منسوب کر کے مدرسہ حسینیہ یا مدرسہ مدنیہ رکھ رکھا ہیں، حضرتؒ نے ان کی بنیاد رکھی، وہ کام کر رہے ہیں۔

علمائے امت کی ذمہ داری

یہ علما کی شان تھی، آج تو علماء کو مدرسے کی چہار دیواری سے باہر نکلنے کا موقع ہی نہیں اور جو مسجد میں امام ہیں، ان کو امامت کے سوا کچھ کام ہی نہیں! مان لیجیے کہ اگر تقسیم

کے وقت ملک میں ایک ہزار مدرسے تھے تو آج ملک میں دس ہزار سے زائد مدارس ہیں، سبحان اللہ! حکومتوں کو فکر ہے کہ یہ مدرسے اتنے بڑھ گئے ہیں، پیسہ کہاں سے آتا ہے؟ کون چلاتے ہیں؟ ان کے اوپر قدغن لگاؤ۔ اُس وقت مسجدیں ایک ہزار تھیں تو آج دس ہزار مسجدیں ہیں، کیسے بن گئیں یہ سب؟ یہ ہمارے اکابر کی جدو جہد ہے، جہاد فی سبیل اللہ ہے، جنھوں نے اس چیز کو دیکھا اور اس کے لیے کام کیا؛ اللہ نے اُن کے اِس جذبے کو قبولیت عطا فرمائی، علمائے امت کا یہ کام ہے۔ آپ کے اکابر نے جس طرح دنیا میں کام کیا ہے، آپ اگر اس طرح اپنی زندگی کو لگائیں گے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ان کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں اور اگر ایسا نہیں تو یہ کھانا کمانا تو ساری دنیا کیا کرتی ہے اور اللہ سب کو دیتا ہی ہے۔

جہاں اسلام نے دعوت دی کہ یہ ضرورت ہے، اپنے ذاتی مفاد کو ٹھوک کر اس کے اوپر لگ گئے، انجام کیا ہوگا؟ جو انجام ہوگا دیکھا جائے گا، موت آئے گی تو اسلام کی خدمت کرتے کرتے آئے گی، یہ ان لوگوں کی زندگی تھی جنھیں ہم نے دیکھا ہے، ہم سے زیادہ دیکھنے والے بھی تھے؛ مگر وہ دنیا سے چلے گئے۔

بہر حال! جس چیز کو انھوں نے اسلام سمجھا، کبھی کوئی طاقت اس سے انہیں پیچھے ہٹادے! یہ ممکن نہیں تھا۔

مدارس کا عالم گیر انقلاب

میں اگر یہ کہوں کہ ہندوستان میں اسلام کی بقا – اس انقلاب کے بعد کہ ملک تقسیم

ہوگیا- کی پہلی اینٹ اگر یہ مدارس ہیں، تو بالکل صحیح ہے۔ تبلیغی جماعت کا بھی کردار ہے؛ لیکن اس کی بنیاد مدارس ہیں۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ نے جماعت کی حیثیت سے تبلیغ کی بنیاد رکھی، وہ مدرسے سے پڑھے ہوئے تھے، اس کے بعد مولانا یوسف صاحب کاندھلویؒ آئے، وہ بھی مدرسے سے پڑھے ہوئے تھے، انھوں نے مظاہر علوم سے تعلیم حاصل کی تھی، مولانا یوسف صاحبؒ کے بعد مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ پھر مولانا اظہار الحسن صاحب کاندھلویؒ آئے، آج جو بچے بیٹھے ہوئے ہیں وہ سب مدرسے سے نکلے ہوئے ہیں، صحیح ہے کہ تبلیغ کا بہت بڑا کام ہے، ایک نیٹ ورک ہے؛ مگر بنیاد یہی مدرسے ہیں، یہیں سے پڑھ پڑھ کر نکلے ہیں یا نکل رہے ہیں۔

صرف یہی نہیں، ہندوستان سے برطانیہ کتنا دور ہے! یہاں یہ مدرسے کون چلا رہا ہے؟ مدرسے سے نکلے ہوئے لوگ ہی تو چلا رہے ہیں اور دنیا کے کسی گوشے میں چلے جائیے! افریقہ، امریکہ، سویٹزرلینڈ! جہاں چاہیں چلے جائیے! میں نے افریقہ کے جنگلوں میں دیکھا، پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو؟ کہا: مدرسہ قاسمیہ، ملتان سے پڑھا ہوا ہوں۔ وہ اب افریقہ کے جنگل میں بچوں کو پڑھا رہے ہیں، کالے بچے ہیں، میں نے کہا: سناؤ! مسجد میں بیٹھا ہوں، صحیح کہتا ہوں، میرے بچے بھی ایسا نہیں پڑھتے، جتنا اچھا وہ پڑھ رہے تھے، میں نے کہا: اللہ! حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے پیچھے قیامت کے دن کتنی بڑی امت ہوگی! اِن لوگوں نے کیا کام کیا! ساری دنیا میں اللہ اللہ کہنے والے ان ہی مدرسوں کی برکت سے پیدا ہو رہے ہیں۔ اِن حضرات کی زندگی کو سمجھنے کے لیے وقت درکار ہے۔

حضرت مدنیؒ کا تعلق مع اللہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب کاندھلویؒ فرماتے تھے کہ میں نے حضرت مدنیؒ جیسا رونے والا کسی کو نہیں دیکھا، راتوں کو اُٹھتے تھے اور جس طرح روتے تھے وہ رونا عجیب وغریب تھا، تعلق مع اللہ کی کیسی دولت تھی! دن میں امت کی خدمت اور راتوں میں ایک اللہ کے سامنے بیٹھ کر رونا۔ اب یہ چیزیں کہاں ہیں! یہ تو مولانا نے خواہ مخواہ اس کو چھیڑ دیا، ورنہ یہ بات ایسی تھی کہ ہم اس کو اپنے ساتھ اپنی قبر میں لے جائیں گے، اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! جن سے ہمیں محبت ہے۔ گو ہم نے اپنی آنکھوں سے ایسے لوگوں کو دیکھا نہیں، ہمیں بس ان سے محبت ہے۔ موت کے بعد ہمیں بھی ان کے زمرے میں شریک کرکے حشر فرما! ہمارے پاس اپنا کوئی سرمایہ نہیں ہے ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ﴾ ایمان کی دولت بڑی دولت ہے! ہوسکتا ہے کہ اللہ اس ایمان کی قدر میں ہمارا بھی ان کے ساتھ الحاق فرمادے، اللہ ہماری نیا پار لگا دے۔

ہمارا اُسوہ

میرے سامنے تو بس یہی خیر ہے کہ ان حضرات کی زندگی کو پکڑ کر اس کو اسوۂ حسنہ بنا کر کوشش کرنا چاہیے کہ اللہ کے نبی حضرت محمد ﷺ کے دین و ایمان کی حفاظت کے لیے خدمت کرنا آپ کا کام ہے۔ کسی ایک شعبے میں بیٹھ کر کتاب کا پڑھا دینا اور مدرسے سے باہر کیا ہو رہا ہے اس سے صرفِ نظر کرنا؛ یہ تو کوئی بات نہیں ہے؛ بلکہ بات یہی ہے کہ

خدا نے جو علم دیا ہے اس علم کو سینے سے لگا کر پڑھاؤ اور مدرسے کے باہر کیا ہو رہا ہے؛ اس پر نظر رکھ کر خلق خدا کے لیے ہدایت کا سامان بنو، یہ ضروری ہے۔ یہی صحابۂ کرامؓ کی زندگی اور ساری دنیا کے مقتدا، ہمارے آقا محمد ﷺ کی زندگی تھی، ہمارے اکابرؒ نے اسی اسوۂ حسنہ پر چل کر اپنی زندگی کو قربان کر دیا اور دنیا سے کوئی غرض نہیں رکھی۔

میرے لیے تو بڑی خوشی کی بات ہے کہ میں آپ سے مخاطب ہوں، میں خود ایک طالبِ علم ہوں، اگر چہ عمر میں بڑا ہوں؛ مگر آپ کا بھائی ہوں، آپ ہی کی طرح زندگی گزارتا ہوں، بہر حال! ان حضرات نے کہا تو میری سمجھ میں یہ باتیں آئیں، بزرگوں کی جو شان تھیں، ان میں سے کچھ چیزیں بیان کر دیں۔

خدمتِ اسلام کا حقیقی مطلب

حضرت شیخ الہندؒ کی یہ بات یاد رکھیے کہ اسلام نے ہر چیز میں دنیا کے کمالات کا احاطہ کر رکھا ہے: عبادات، معاملات، معتقدات، سیاسیات اور اخلاقیات؛ ان تمام چیزوں کو اسلام نے اپنی گود میں لے رکھا ہے۔ جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ صرف مسجد کی چہار دیواری میں نماز پڑھانا اور مدرسے کی چہار دیواری میں تعلیم دینا؛ یہ اسلام کی خدمت کے لیے کافی ہے، وہ اسلام کے پاک وصاف دامن پر داغ لگا رہا ہے۔ اپنی زندگی کو اس طرح بنائیے! تب آپ کی زندگی کامیاب ہے۔

اللہ ہم سب کو ہمارے اساتذہ اور اکابر کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، دین کو صحیح جذبے کے ساتھ حاصل کرنے کی سعادت عطا فرمائے پھر اپنی زندگی کو اس

دین کے مطابق عمل کرنے کی توفیق دے، اللہ ہماری دنیا و آخرت دونوں کو آباد فرمائے، ہمیں قولِ ثابت پر مضبوط فرمائے اور اکابرؒ کی زندگی کو اپنی زندگی میں اتارنے کی سعادت نصیب فرمائے، آمین۔

بجاہ سید المرسلین صلی اللّٰہ علیہ و علی آلہ

و صحبہ أجمعین، بر حمتک یا أرحم الراحمین

اَلْحَمْدُ لِلّٰه

الَّذِيْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتِ

قدسی صفت حسین احمد

﴿شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ﴾

نتیجہ فکر: مولانا قاری فخر الدین صاحب گیاویؒ

وہ ختم الانبیاء کالاڈلا محبوبِ سبحانی
وہ جس کی زندگی آئینۂ تفسیر قرآنی

وہ شیخ الہند محمود الحسن کی آنکھ کا تارا
وہ نورِ عین امداد ورشید قطب ربانی

رسول اللہ کا وارث ولی اللہ کا وارث
وہ فخر خاندانِ قاسمی وہ شیخ روحانی

وہ شمس علم وحکمت جس سے عالم ہو گیا روشن
عجم میں جس کی تنویریں عرب میں جس کی تابانی

وہ شیر بیشۂ اسلام وہ مستانۂ وحدت
وہ جس کی گونج سے دشمن کا پتّہ ہو گیا پانی

حسین احمد اُسی قدسی صفت کا نام نامی ہے
اسی پر آج ہے اِتمام نعمتہائے ربانی

اسیر مالٹا، وہ یادگار احمدِ حنبلؒ
مراد آباد کے محبس میں وہ یوسف ثانی

کبھی مردان غازی غیر حق سے ڈر نہیں سکتے
یہی وہ ہیں جو کرتے ہیں فقیری میں بھی سلطانی

دبانے سے نہیں دبتے ہیں حرّیت کے متوالے
کہیں روکے سے رکتی ہے سمندر کی بھی طغیانی

اَشِدَّاءُ عَلی الکُفَّار کی تلوار ہاتھوں میں
نظر آجائے سِیمَاهُمْ کوئی دیکھے تو پیشانی

تَرَاهُمْ رُكَّعاً اور سُجَّداً ،فِي اللَّيلِ رُهْبَانُ
شعار زندگانی ابتغاءِ فضل ربانی

صحابہ کا نمونہ اور رسول اللہ کا اسوہ
اِنھیں دیکھو کہ ہیں یہ مظہرِ آیاتِ قرآنی

وطن کے رہنماؤں پر ستم ہیں ایسی حالت میں
وطن کی گھات میں ہیں جب کہ جرمن اور جاپانی

زباں سے کچھ نہ کہیے اِس تدبر اور سیاست پر
کہ اہل مملکت داندَ رموزِ مملکت رانی

حسین احمد کے حصہ کا پلاؤ کھانے والوں کو
تَن آسانی تو آساں ہے مگر مشکل ہے قربانی

خدا کی راہ میں مر مٹنے والوں سے کوئی پوچھے
کہ قید و بند میں ہیں کیسی لذتہائے روحانی

گرفتارِ بلا ہونا کٹانا گردنیں اپنی
ہے اے فخرؔ اُن کا یہ حصہ ہے جن پر فضل ربانی

﴿مطبوعات مدینہ اکیڈمی، ڈیوزبری، انگلینڈ﴾

- فضل الباری في درس البخاري۔ ۴ جلدیں (افادات مسیح الامت حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادیؒ)
- ذکرِ شیخ یوسفؒ (تذکرہ قطب برطانیہ حضرت مولانا یوسف متالا صاحبؒ)۔ ۲/ جلدیں
- مواعظ شیخ یوسفؒ (افادات قطب برطانیہ شیخ الحدیث حضرت مولانا یوسف متالا صاحبؒ)
- تذکرۂ فاروق۔ شہیدِ حج حضرت مفتی محمد فاروق صاحب میرٹھیؒ
- مکتوبات مشائخ بنام محدث کبیر مفتی شبیر احمد پٹیل صاحب مدظلہ
- کمالاتِ علمائے دیوبند (افادات شہیدِ حج حضرت مفتی محمد فاروق صاحب میرٹھیؒ)
- مکاتب ومدارس کے پنج بنیادی مقاصد (افادات مفکر ملت حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودرویؒ)
- عظمتوں کا قافلہ (افادات مفکر ملت حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودرویؒ)
- افتتاحی واختتامی دروس شائل ترمذی
- الفضل المبين في المسلسل من حديث النبي الأمين ﷺ

- A Symbol of Ambition and Resilence capturing moments of the pious ones
- Rules Governing Knowledge
- A Message & Two Speeches
- Realise Your Potential
- Basic Nahw for Primary Madaris
- The Value of Knowledge
- 5 Main Objectives of Makatib
- The Science of Hadith and the Status of Sahih al-Bukhari
- Farewell Advise of Shaykh al-Hind Mawlana Mahmud Hasan Dewbandi RA

خدمتِ اسلام کا حقیقی مطلب

"اسلام صرف نماز، روزے کا نام نہیں ہے، اسلام نے اپنے اندر عبادات، معاملات، معتقدات، سیاسیات اور اخلاقیات؛ اِن سب چیزوں کا احاطہ کر رکھا ہے، جو لوگ مسجدوں اور مدرسوں کی چہار دیواری میں رہ کر اسلام کی خدمت کو کافی سمجھ رہے ہیں، وہ لوگ اسلام کے پاک وصاف دامن کو داغ دار کر رہے ہیں۔"

﴿شیخ الہند حضرت اقدس مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ﴾

Madina Academy

Swindon Road, Dewsbury

West Yorkshire, WF13 2PA, England

Email: publications@madinaacademy.org.uk

Website: www.madinaacademy.org.uk

Tel: 00 44 7973765203

زمزم پبلشرز

+92 302 8478551

+92 309 8204773

: zamzampublisher@gmail.com

: www.zamzampublishers.com.pk

SCAN ME

9 789695 866054 07799